قرآن مجید کے حقوق کی ادائیگی کے تناظر میں عصر حاضر کے مسلمانوں کا رویہ

مؤلف

الحاج قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ)

تفصیلاتِ طباعت

نام کتاب	قرآن مجید کے حقوق کی ادائیگی کے تناظر میں عصر حاضر کے مسلمانوں کا رویہ
مؤلف	الحاج قاری محمد ارشاد علی
صفحات	۴۲
اشاعت	جون ۲۰۱۰
قیمت	مُفت
اہتمام	صاحبزادہ محمد طاہر علی
ای میل	islahitohfa@gmail.com

تنبیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قبل اسکے کہ عُنوان مذکورہ کی تفصیلات میں جاؤں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ تمہیدًا ذیل کی باتوں کی تشریح کردوں تاکہ تمہید عنوان مذکورہ کی تفصیلات کو سمجھنے میں مدد دے۔

۱. دین کیا ہے۔ ۲. علم دین حاصل کرنے کے مستند ذرائع کیا ہیں۔ ۳. صحیح علم دین سے محرومی کے اسباب کیا ہیں؟

دین کیا ہے :- دراصل زندگی گزارنے کا وہ طریقہ جس کو رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کے ذریعے انسانوں تک پہنچایا گیا ہے۔ دین، عقائد (ایمانیات) اور اعمال (اِسلام) دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔ یا حُکم الٰہی کی بِناء پر طریقہِ رسول کے مطابق عمل کرنے کا نام ہے یا زندگی گزارنے کا وہ طریقہ جو صرف دو ذریعوں سے ملا ہے۔ (۱) اللہ کے کلام کے ذریعے (۲) نبی صلّی اللہ علیہ وَسَلّم کی شخصیت کے ذریعے (یعنی نبی کے قال اور نبی کے حال کے ذریعے)اس طرح دین اسلام، اللہ تعالیٰ کے مزاج کا نام ہے۔ اسلام میں معیار زندگی تین چیزوں سے ہے۔(۱) علم صحیح (۲) عمل صالح (۳) تقویٰ

دین حاصل کرنیکے مُستند ذرائع : ---- اَساسی عُلوم کا حصول

(اساتذہ کی شاگردگی سے)

قرآن کی تعلیم، حدیث کی تعلیم، فقِہ کی تعلیم، حق و ناحق ، سُنّت اور بدعت کو جاننے کی کَسَوٹی ہے۔

دین حاصل کرنیکے مستند ذرائع :---- مدد گار علوم

(اساتذہ کے ذریعہ)

(۱) سیرت النبی صَلّی اللہ علیہ وسلّم (۲) اعمال اور احوال صحابہ کرامؓ (۳) اقوال فُقہاء کرام (۴) مستند تفاسیر کا مطالعہ (۵) دین میں اعمال کی درجہ بندی سے واقفیت (٦) ارکان اسلام کی روح سے واقفیت۔

صحیح عِلم دین سے محرومی کے اَسباب :- (دینی دائرے میں رہتے ہوئے)

۱. قرآن کو محض حفظ کرنے کی کتاب سمجھنا۔

۲. قرآن کو صرف قرِت کی کتاب سمجھ کر پڑھنا۔

۳. صرف اقوال بزرگان دِین ہی کو دِین سمجھنا۔

۴. ملفوظات کو شریعت پر ترجیح دینا۔

۵. اخبار بینی، رسالہ بینی اور ٹی وی پرو گرام، سوشل میڈیا کو علم دین کے حصول کا ذریعہ سمجھنا۔

٦. موضوع، ضعیف اور مرفوع احادیث کا فرق نہ جاننا۔

۷. فقِہ کی روشنی میں اسلامی اعمال کی مُدوّن درجہ بندی کو نظر انداز کرنا۔

۸. نَوافل کو فرض کفایہ کا درجہ دینا اور فرض کفایہ کو نظر انداز کرنا۔

۹. عالِم نما حضرات اور مجذوب حضرات کی صحبت کو سب کچھ سمجھنا۔

۱۰. شرعی لباس اور شرعی صورت کو سارے عِلم دین کا بدل سمجھنا۔

۱۱. بغیر علم دین کے مساجد کی صدارت کرنا۔

۱۲. بغیر علم دین کے مساجد کے انتظامی امور چلانا۔

۱۳. پیش امامی کا پیشہ بطور روزگار یا بطور ملازمت ہو جانا۔

۱۵. امام مسجد کا مصلیان مسجد کی موافقت میں دین پیش کرنا۔
۱۶. علمی اعتبار سے غیر مستند لوگ اور کم اہل لوگ، امامت، خطابت اور تبلیغ کی ذمّہ داری لینا۔
۱۷. ممبر رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کم علم اور بے علم ساکنات محلّہ کو حقیقی دین سے دور رکھنا۔
۱۸. علماء، اصلاح امت میں حق گوی پر مصلحت کو ترجیح دینا اِظہار حق میں زمانہ سازی سے کام لینا۔

صحیح عِلم دین سے محرومی کے اسباب:- (دینی حلقے سے برائے نام وابستہ رہتے ہوئے)

۱. دنیوی علوم کے حصول کے بعد بیعت مرشد پر آخرت کی کامیابی سمجھنا۔
۲. بغیر علم دین کے مرشد کی مجالس میں حاضری کو علم دین کے قائم مقام سمجھنا۔
۳. جو جماعت دین کے ابتدائی امور کی محنت کر رہی ہو اس میں جُڑے ہوئے حضرات جماعت کی محنت کو، دین کی انتہائی محنت سمجھنا۔
۴. اپنی سوچ و فکر اور زاویہ نظر کو ہی پسند کرنا۔
۵. اپنے علم اور عقائد کی اصلاح کو غیر ضروری سمجھنا۔
۶. حصول علم میں کسی ایک کے ہو کے رہنا۔
۷. آبائی تقلید کو شریعت محمّدی پر ترجیع دینا۔
۸. قران کو پڑھکر خود کو عالِم دین سمجھنا۔
۹. قران کو بغیر سمجھے حفظ کر کے خود کو ممبر رسول کے قابل سمجھنا۔
۱۰. علم دین اور علماء دین کو حقیر جاننا۔

۱۱. علم دین سے ناواقف رہ کر شریعت پر بحث کرنا۔

۱۲. دینی علوم کیلئے وقت فارغ نہ کرنا۔

۱۳. عمل ہی کو علم کا قائم مقام سمجھنا۔

۱۴. نہ صرف علم دین بلکہ تربیت اسلامی سے دور رہنا۔

۱۵. عالم بیزاری کامزاج رکھنا۔

۱۶. شرعی لباس اور شرعی چہرہ کو غیر ضروری سمجھنا۔

۱۷. گھروں میں بے دینی ماحول رکھنا۔

۱۸. بیوی بچوں کی دینی تعلیم اور تربیت سے لاپروائی برتنا۔

۱۹. دنیارُخی زندگی گزارنا۔

۲۰. اباحیت پسندی میں جینا۔

۲۱. خود پسندی میں زندگی گزارنا۔

تمہید کے بعد اب میں اصل عنوان کی تفصیلات بیان کرنیکی خاطر مذکورہ عنوان کو تین بغلی سرخیوں میں تقسیم کرتا ہوں جو حسب ذیل ہیں۔

۱. ہم قرآن مجید کی تلاوت کیوں کریں ؟۔ ۲. قرآن مجید کے حقوق مسلمانوں پر کیا ہیں ؟۔ ۳. مسلمانوں کی طرف سے بے اعتنائی (disobedience) کے وجوہات کیا ہیں ؟۔

ہم قرآن مجید کی تلاوت کیوں کریں ؟:-

انسانی زندگی کا سب سے اہم مسئلہ حقیقت کی تلاش اور اسکی جستجو ہے۔ زندگی کے ہر موڑ پر ہر وقت اور ہر معاملہ میں آدمی کے سامنے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ ہے ؟ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے ؟ کیا حق ہے اور کیا ناحق ہے ؟

کیا مناسب ہے اور کیا نا مناسب ہے۔ کیا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنا چاہیے۔ یہی وہ بنیادی سوالات ہیں جنکے صحیح جوابات پر ایک انسان اپنی زندگی کو عملاً ڈال دیتا ہے۔ پھر ایسی زندگی سے اُس کا کردار متعین ہوتا ہے۔ اور زندگی صحیح سمت میں سفر کرتی ہے جس سے مقصود زندگی کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔

وہ وقت بھی دیکھا ہے تاریخ کی نظاروں نے
لمحوں نے خطا کی تھی، صدیوں نے سزا پائی

اب سوال یہ ہے کہ صحیح جواب کہاں سے حاصل کیا جائے جبکہ انسانی حواس خمسہ، اور انسانی عقل اور انسانی عِلم نہ صرف محدود بلکہ ناقص ہے۔ ایسی صورت میں وحی ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے ذریعے مذکورہ سوالات کا جواب مل سکتا ہے۔ مجموعہ وحی قرآن مجید ہے۔

صحیح جوابات حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید کی صحیح فہم کا ہونا ضروری ہے۔

صحیح فہم کیلئے، قرآن کے متعلقہ علوم اور دیگر لوازمات ضروریہ پر محنت کریں اور قرآن کی سمجھ حاصل کریں۔ کیونکہ قرآن مجید، قانونِ زندگی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ نمونہ زندگی ہے۔ اِن دونوں کو سمجھنے پر اور عمل کرنے پر انسانی زندگی کی فلاح کا انحصار ہے۔

سارے علوم کا سرچشمہ ذات الٰہی ہے، وہی عَلیم اور وہی خَبیر ہے۔ زندگی کے تمام پوشیدہ حقائق کا عِلم اُسی کو ہے۔ وہ اپنے خزانہ علم سے جسکو جتنا چاہتا ہے دیدیتا ہے۔ چنانچہ اس نے انسانوں میں سب سے زیادہ عِلم انبیاء عَلیھم السلام کو دیا، خَاتَمَ النَّبِیّین کو آخری کتاب دیکر حیات اور کائنات کے تمام بنیادی امور کا علم دیا لِہٰذا

ہر سوال کا جواب اور ہر مسئلہ کا حل قرآن میں ہے۔انسان کی عقل کیلئے کائنات ایک مُعَمّہ ہے اسکو خدائی ہدایت کے بغیر حل نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن مجید شاہ کلید (Master key) ہے اس کتاب کی شان یہہ ہے کہ اس میں خدا کا پیغام مکے سے مدینے تک ۲۳ سال میں ایک تحریکی زندگی کے مختلف مراحل اور مواقع کے اعتبار سے مختلف مسائل کے حل کیلئے نازل ہوتا رہا۔ اسی کتاب میں اصلاحی، سماجی ، معاشی، سیاسی اور عائلی ہر قسم کی ضروریات کیلئے احکام دیے گئے۔ یہاں تک کہ انسانیت کی ایک جدید تازہ ، انفرادی اور اجتماعی زندگی کا بہترین نمونہ ہمیشہ کیلئے پیش کر دیا گیا۔

قرآن انسانی زندگی کیلئے ایک مکمل ضابطۂ حیات ترتیب دیتا ہے۔ ان ہدایات اور احکامات کے پس منظر میں زمین اور آسمان کے تمام حقائق کے متعلق اشارات ہیں اور پیش منظر میں موت کے بعد آخرت کے زندگی کے فکر انگیز بیانات ہیں۔ اس طرح زندگی کے سارے مسائل ایک تناظُر میں ایک تَنَاسُب میں اور ایک توازن میں جامعہ طور پر حل کر دے گئے ہیں۔

قرآن، بنیادی امور میں پوری زندگی اور اسکے تمام اطراف وجوانب کا اِحاطہ کرتا ہے اور وہ ہر معاملے کو طے کرنے کے لئے رہنمایانہ اصول (guidelines) بتا دیتا ہے۔ جنکی روشنی میں اللہ کی کتاب، انسانوں کیلئے افکار اور اعمال کے حدود متعین کر دی ہے۔ تاکہ وسیع کائنات میں سمتِ سفر درست ہو اور بے سمتی کا شکار نہ ہونے پائے، اس پر بھی رحمتِ الٰہی کا تقاضہ ہوا کہ قانون زندگی کے ساتھ نمونہ زندگی نبی آخر الزماں کو بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔

قرآن مجید کے حقوق مسلمانوں پر کیا ہیں؟

ہر مسلمان پر قرآن مجید کے پانچ حقوق ہیں۔ (۱) قرآن مجید کو اللہ کا کلام ماننا۔ (۲) قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔ (۳) قرآن مجید کی فہم ہونا۔ (۴) قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنا۔ (۵) قرآن مجید کی تعلیم اور اسکے احکام دوسروں تک پہنچانا۔

(۱) قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام ماننا:- (قرآن مجید کا پہلا حق)

اسکی وجہ سے انسان دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور حقیقی ایمان اسکو اسی وقت نصیب ہوتا ہے جب قلب میں قرآن کی عظمت کا پختہ یقین آ جائے۔ قرآن کی تعظیم دل میں آ جانے سے قرآن سے گہری محبت کا ہونا لازم اور ملزوم ہے۔ چنانچہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ و سلم کو وحی الٰہی سے شدید محبت کی بنا پر آپ اسکے انتظار میں رہا کرتے تھے۔ یہہ قرآن سے محبت ہی کا تقاضہ تھا کہ رسول خدا رات کا اکثر حصّہ دوران نماز قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے گزارتے تھے، یہاں تک کہ پائے مبارک مُتَوَرّم ہو جاتے تھے۔

اکثر صحابہ کرام ہفتہ میں ایک بار قرآن مجید ضرور ختم کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کو تلاوت قرآن سے اسقدر محبت تھی کہ صحابہ سے فرمائش کر کے اُن سے قرآن مجید سُنا کرتے تھے۔ قرآن مجید اللہ کا کلام ہونے کا یقین رسول اور صحابہ رسول کو ایسا تھا کہ اسکی تلاوت دوران نماز اور بیرون نماز کثرت سے کیا کرتے تھے۔ قرآن کریم اللہ کا کلام ہونے کا یقین ہم بھی کرتے ہیں لیکن قرآن سے شغف (passion) ایسا نہیں ہے جیسا کہ سابقوں کو تھا اس کی وجہ صرف ایک ہی ہے وہ یہ کہ ہم قرآن کو اللہ کا کلام مانتے ہے لیکن دل میں پختہ یقین اس کا ہمکو حاصل نہیں ہوا۔ اسی وجہ سے عظمت قران ہمارے دلوں میں نہیں ہے۔ نتیجتاً

رغبتِ تلاوت اور تدبر قرآن ہم میں پیدا نہ ہو سکی۔ عصر حاضر کا مسلمان ایک متوارث عقیدے کی بناء پر اسکو ایک مقدس آسمانی کتاب سمجھتا ہے۔ اسکی وجہ سے قرآن، مسلمانوں کی زندگی میں انقلاب نہ لا سکا۔ قرآن مجید کے جو حقوق ہم پر عائد ہوتے ہیں اسکی ادائیگی کی سب سے اولین شرط یقین کا دلوں میں بٹھانا ہے کہ یہہ اللہ کا کلام ہے اور ہماری زندگی کا قانون ہے۔

قانون پر عمل سے زندگی میں انقلاب آئیگا۔ تلاوت قرآن ایک عِبادت ہونے کے ساتھ ساتھ ایمان کو تازہ رکھنا اور ایمان میں اضافہ کرنے کا موثّر ترین ذریعہ ہے ۔ قرآن کریم ایک بار پڑھکر سمجھ لینے کی چیز نہیں ہے اسکو بار بار پڑھنا، بار بار سمجھنا اور بار بار غور کرنا ہے۔ کیونکہ یہ روحانی غذا ہے۔ جسم انسانی مادّی غذا کا محتاج اور روح انسانی کی غذا تلاوت قرآن ہے۔ کتاب الٰہی کے اصل قدر دانوں کی کیفیت قرآن مجید میں اسطرح بیان ہوئی ہے۔ ﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ... ﴾ [البقرة: ١٢١] (یہ وہ لوگ ہیں جنکو ہم نے کتاب دی ہے وہ اُسے اُسی طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے وہ اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں...)

مذکورہ آیت میں اہل کتاب کے صالحین طبقہ کا ذکر ہے جو تورات اور انجیل کی فکر اور تدبر کیساتھ تلاوت کرتے ہیں اور ان کی یہہ تلاوت طلب ہدایت کیلئے ہوتی ہے نہ کہ محض اپنی مَن مَانی آرزوؤں اور خواہشات کے حق میں دلائل تلاش کرنے کے لئے۔

یہہ صالحین یہود و نصاریٰ اپنی قوتِ عِلمیّہ کو تورات اور انجیل کے مضامین کی فہم میں صرف کرتے ہیں اور اپنی قوت اِرادیہّ کو عزم اتّباع حق میں استعمال کرتے ہیں

۔ دیانت داری کے ساتھ خدا کی کتاب کو پڑھتے ہیں اور جو کچھ ان کتابوں کی رو سے حق ہے اُسکو مان لیتے ہیں۔

حق تلاوت کیا ہے؟ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ حق تلاوت یہ ہے کہ جب ایسی آیت پر پہنچے جس میں جنت کا ذکر ہو تو اللہ سے جنت کی درخواست کرے اور جب ایسی آیت پر پہنچے جس میں دوزخ کا ذکر ہو تو اس سے پناہ مانگے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ قسم ہے اللہ پاک کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے، حق تلاوت یہ ہے کہ قرآن کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو نازل فرمایا ہے (یعنی تجوید کیساتھ) اُس کو اسی طرح پڑھے، کلمات کو اپنی جگہ سے تحریف نہ کرے اور بے موقع انکی تاویل بھی نہ کرے۔ چنانچہ اکثر صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔ (اگر اہل کتاب صحیح ایمان رکھتے ہیں تو قرآن پر بھی ایمان لانا لا محالہ ضروری ہو جاتا ہے اور قرآن کے انکار سے دیگر کُتب سماویّہ کا انکار بھی لازم آتا ہے) اللہ تعالی ہمکو اس آیت کریمہ کا مصداق بنائے اور ہم سب کو اس تلاوت کی توفیق عطا کرے کہ ہم قرآن مجید کا حق تلاوت ادا کر سکیں۔ آمین

یہاں تک تو قرآن مجید کے پہلے حق یعنی قرآن مجید کو اللہ کا کلام ماننا کی تفصیل بیان ہوئی اب قرآن مجید کا دوسرا حق "قرآن مجید کی تلاوت کرنا" کی تفصیل آئیگی۔

(۲) حق تلاوت ادا کرنیکے شرائط:- (قرآن مجید کا دوسرا حق)

تجوید:- یہہ قرآن مجید کا دوسرا حق ہے اس خصوص میں سب سے پہلی ضروری چیز قرآن مجید کے حروف کی شناخت، ان کے مخارج کا صحیح علم، رُموز و اوقاف

قرآنی کی ضروری معلومات ، وقف اور ابتداء کی پہچان۔۔۔ ہے۔ اسکے لئے علم تجوید سے واقفیت ضروری ہے اسکے بغیر قرآن مجید کی صحیح تلاوت ممکن نہیں ہے۔

آج سے تقریبا ۵۰--۶۰ سال قبل جبکہ انگریزی تعلیم عام نہیں تھی ہر مسلمان بچے کی ابتداء اِسی سے ہوتی تھی۔ وہ سب سے پہلے قرآن کے حروف کی پہچان اور انکی صحیح ادائیگی کی صلاحیت حاصل کرتا تھا۔ انگریزی مدارس کے رواج کی بدولت یہ صورتحال پیدا ہو چکی ہے کہ مسلمان قوم کے نوجوانوں کی اکثریت حتّیٰ کہ بوڑھے اور ادھیڑ عمر کے لوگ بھی قرآن مجید ناظرہ پڑھنے پر قادر نہیں ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم بھی پڑھیں اور اپنی اولاد کو بھی اس سے واقف کرائیں۔ تجوید پر قادر ہونا ہر معمولی پڑھے لکھے انسان کیلئے لازم ہے اور یہہ قرآن مجید کے حق تلاوت کی ادائیگی کی شرط اولین ہے

روزآنہ کا معمول:-

الف - قرآن مجید کی تلاوت کو زندگی کا معمول بنالیں، کہ ایک مقررہ نصاب پابندی کے ساتھ لازماً تلاوت کرتا رہے، اس سلسلے میں علماء کرام نے کم سے کم مقدار تلاوت روزانہ ایک پارہ طے کیا ہے۔ تاکہ ۳۰ دن میں قرآن ختم ہو سکے۔ اور یہ ہر اس شخص کیلئے ہے جو دینی مزاج اور مذہبی ذوق رکھتا ہو۔ چاہے وہ عوام کی سطح کا آدمی ہو یا اہل علم و فکر کے طبقہ سے ہو کیونکہ اس سے روح کے تغذیہ اور تقویت کا تعلق ہے، اس لحاظ سے سب اسکے محتاج ہیں۔ اسکے علاوہ عوام کو نصیحت حاصل کرنیکے لئے بھی تلاوت ضروری ہے۔

ب - خوش الحانی- قرآن کی تلاوت کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنی حد تک بہتر سے بہتر اِسلوب (انداز) ، اچھی سی اچھی آواز اور زیادہ سے زیادہ

خوش الحانی سے قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ اسلئے کہ حسن سماعت کا ذوق (یعنی اچھی آواز کو سننے کی خواہش) ہر انسان رکھتا ہے اور اچھی آواز ہر انسان کو بھاتی ہے۔

حدیث: زيِّنوا القرآنَ بأصواتِكم- تَزْيِينِ الْقُرْآنِ بِالصَّوْتِ[النسائي] (قاری اپنی آواز سے قرآن کی تلاوت کو مُزیّن کرے)۔ پھر اس پر اگر کوتاہی یا غفلت ہوتی ہے تو اس پر تنبیہ بھی کیگئی ہے۔

حدیث: مَن لَم يَتغنَّ بِالقُرآنِ فَليس مِنَّا [الصفحة أو الرقم: ٧٥٢٧ | صحيح البخاري (جو قرآن کی تلاوت خوش الحانی سے نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے)

حدیث: اللہ تعالی کسی چیز پر اس طرح کان نہیں لگاتا جس طرح خوش الحانی کے ساتھ پڑھے جانیوالی قرآن پر کان لگاتا ہے۔

چنانچہ بارہاایسا ہواہے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلم راستہ میں رک کر صحابہ کی تلاوت کو سنا کرتے تھے اور تحسین فرماتے تھے کبھی کبھی آپ صحابہ سے فرمائش کر کے قرآن سنتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ حضرت ابو موسی اشعری کو حُسنِ صَوت (اچھی آواز) کے ساتھ قرآن پڑھتے سنا تو فرمایا کہ تم کو مزامیر آل داود میں سے حصہ ملاہے (یعنی نغمگی)۔

ج - آداب ظاہری اور آداب باطنی- تلاوت کے کچھ ظاہری اور کچھ باطنی آداب ہیں یہ بھی حق تلاوت کے شرائط میں سے ہیں یعنی یہ کہ قاری باوضو ہو، قبلہ رخ ہو، ابتدا تعوّذ سے کرے ، قاری کا دل کلام اور صاحب کلام کی عظمت سے معمور ہو، خشوع خضوع اور اَنابَت (عاجزی) الی اللہ ہو، خالص طلب ہدایت

کی نیت ہو (هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرة: ٢)) قرآن کو نہ صرف کتاب ہدایت سمجھے بلکہ کتاب اطاعت سمجھے، تذکّر و تدبّر، تفہیم اور تفکّر اس پر کرتا رہے۔ یہ تو قرات کے اثباتی آداب ہوئے، سلبی اداب یہ ہیں کہ خیالات فاسدہ، نظریات باطلہ، توہّمات و رسومات کو اپنے دل و دماغ سے ہٹانکی نیت سے تلاوت کرے۔ إنْ شَاءَ اللّٰهُ العَزِيزِ قاری کی زندگی میں اس سے انقلاب آئیگا۔

میں اپنے آپ کو سلگا رہا ہوں اس توقع پر
کبھی تو آگ بھڑکے گی، کبھی تو روشنی ہو گی

و۔ ترتیل۔ قرآن مجید کو ٹھیر ٹھیر کر سکون کے ساتھ پڑھنا ترتیل کہلاتا ہے۔ تلاوت قرآن کی اعلیٰ ترین صورت یہ ہے کہ نماز میں اسکو پڑھا جائے کہ جس کا کلام ہے۔ اسی کو سنایا جا رہا ہے۔ اسکے علاوہ ترتیل تثبیت قلبی کا ذریعہ بھی ہے۔ حدیث: اُتْلُوْا الْقُرآنَ وَابْكُوْا۔ (قرآن کو پڑھو اور روؤ)

ر۔ حفظ۔ زیادہ سے زیادہ قرآن یاد کریں۔ بد قسمتی سے یہ ذوق تو شاذ و نادر ہو گیا۔ آج کل حُفّاظ حضرات کا یہ حال ہے کہ تجوید سے تلاوت کرنے پر بھی قادر نہیں رہے۔ چہ جائیکہ قرآن کے معانی و مطالب سمجھ سکیں، ایک انحطاطی دور ہے کہ قرآن کی حیثیت ایک مظلُوم کی سی ہو گئی، اسکے حقوق ادا کرنے والے قبروں میں چلے گئے اور قرآن زمین پر رہ گیا۔ حفظ قران حفاظت قرآن کی ایک خدائی تدبیر ہے۔ اسکی جانب از سر نو توجہ اور انہماک کی شدید ضرورت ہے۔ اسلام میں حفظ قرآن کو فرض کفایہ میں رکھا گیا ہے۔

(۳) تذکر اور تدبر قرآن - (قرآن مجید کا تیسرا حق)

قرآن پر ایمان لا چکے اور قرآن کی تلاوت کا حق ادا کر چکے اُسکے بعد تیسرا حق یہ ہے کہ قرآن کی فہم آ جائے یعنی قرآن خوانی سے قرآن فہمی تک قاری پہنچ جائے کیونکہ مقصد نزول قرآن کو سمجھنا اور عمل کرنا ہی ہے۔ بد قسمتی سے جو حضرات پڑھنے لکھنے کا موقع نہ پاسکے اور تعلیم کی عمر بھی گزر چکی ایسے لوگ اگر ٹوٹے پھوٹے طریقے سے مجرد تلاوت کر لیتے ہیں تو بھی غنیمت ہے اس کا ثواب ضرور اُن کو ملے گا۔

لیکن وہ حضرات جو بچپن سے دنیوی تعلیم، دنیوی فنون کے حصول میں اپنا بچپن لڑکپن اور جوانی لگا دی اور نہ صرف مادری زبان بلکہ غیر ملکی زبانیں بھی سیکھیں اگر ایسے لوگ اور ایسا طبقہ قرآن مجید کو صحیح پڑھنا نہ سیکھے اور اسکو سمجھنے کی محنتیں بھی نہیں کرے یا مُجّرد تلاوت ہی کو حق تلاوت کی ادائیگی سمجھ لے تو یہ مجرمانہ غفلت ہوگی اور دوسری طرف قرآن مجید کی تحقیر توہین اور تمسخر اور استہزاء کے مجرم قرار پائیں گے اور خود کو نہ بچا سکینگے۔

حُرم کے حق میں ہیں وہ مار آستین عامر
دل و دماغ جو بچپن سے میکدے میں پلے

فہم قرآن کے مدارج:- فہم قرآن یا قرآن دانی ایک وسیع ترین اصطلاح ہے۔ اسکے بے شمار مدارج اور مَراتب ہیں۔ کیونکہ قرآنی علم ایک اتھاہ سمندر ہے جسکا کنارہ نہ ہو۔ دوسری طرف قاری مختلف حضرات ہوتے ہیں جنکی فطری استعداد، ذہنی ساخت، طبیعت کی اُفتاد، انداز فکر، تدویہ نظر پھر ہر ایک کی جد و جہد، محنت و مشقت ، تحقیق و جستجو کی کمیت اور کیفیت الگ الگ ہوتی ہے۔ اِس

خصوص میں تیسری بات وقت لگانے کے پیمانے الگ الگ ہوتے ہیں، چوتھی بات توفیق الٰہی کا بھی اس میں دخل ہے۔ کوئی دو، چار سال وقت لگایا تو کوئی آدھی عمر اور کوئی ساری عمر، اسکے باوجود اس کلام اللہ سے سیر ابی یا اسکے علوم و مطالب و معانی پر عبور ایک نا ممکن بات ہے۔ کیونکہ ارشاد رسول صَلّی اللہ علیہ وسلم ہے إن **هذا القرآن لا تنتهي عجائبه** جسکا مفہوم ہے کہ قرآن ایک ایسا خزانہ ہے جس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہونگے اور اس پر غور و فکر سے انساں کبھی فارغ نہیں ہو سکے گیا۔ کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ کسی بزرگ کا قول صد فی صد صحیح ہے کہ کلمہ طیبہ کے تقاضے ۳۰ پاروں میں ہیں، یعنی قرآن میں اور قرآن کو زندگی میں ختم نہ کردیں بلکہ زندگی کو قرآن میں ختم کر دیے۔

حدیث : وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلُقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِىْ عَجَائِبُهُ (رواہ الترمذی نمبر۲۹۰۶) علماء کبھی اس کتاب سے سیر نہ ہو سکینگے، نہ کثرت و تکرارِ تلاوت سے اسکے لطف میں کوئی کمی آئیگی اور نہ ہی اسکے عجائبات (یعنی نئے نئے علوم و معارف اور اسرار حقائق) کا خزانہ کبھی ختم ہو سکیگا۔

پس اصحاب عزم، ہمت، ارباب حوصلہ اور اصحاب ذوق اس میدان میں اتریں اور مُسَابِقَت کی دوڑ لگائیں۔

تذکیر اور نصیحت - قرآن یہ بتلانا چاہتا ہے کہ تعلیمات قرآنی، انسانوں کیلئے کوئی اجنبی چیز نہیں ہے۔ بلکہ اسکی اصلی حیثیت یاد دہانی کی ہے کہ کسی بھولی ہوئی بات کو یاد دلایا جارہاہے یعنی یہ تقاضہ اسکی فطرت میں موجود ہے یعنی فطرت کی چاہت نصیحت کا حصول ہے۔ اور اس کا طریقہ استدلال نہایت فطری اور سادہ ہے۔ چنانچہ قرآن سے نصیحت کا حاصل کرنا آسان کر دیا گیاہے۔ اور ہر انسان نصیحت کا

محتاج ہے۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر: ۲۲) اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے، تو ہے کوئی کہ سوچے سمجھے؟ یہ فہم قرآن کا پہلا مرحلہ ہے۔ اس سے آگے قرآن مجید ذی شعور انسانوں کو، اَرباب عقل کو، تفکر اور تعقّل کی دعوت دیتا ہے۔ اور اس کا میدان، کائنات ارض و سماں اور خود انسان کی ذات ہے۔ اسطرح قرآن کے قاری کو کائنات میں غور و فکر کی دعوت قرآن میں ۱۹ مقامات پر دیگئی ہے۔

﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ (یونس: ۲٤)

﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (البقرة: ۲٤۲)

بہرحال قرآن سے نصیحت حاصل کرنیکے لئے عربی زبان کا بنیادی عِلم ضروری ہے۔ اور عربی زبان کی اسقدر تحصیل کہ قاری قرآن مجید کا ترجمہ "متن قرآن" سے ازخود سمجھ سکے (یعنی مترجم قرآن کا ترجمہ دیکھے بغیر) یہہ مسلمان طبقے کے ہر پڑھے لکھے آدمی کیلئے فرض عین ہے۔

ایک مسلمان کل یوم قیامت عدالت الٰہی میں عربی زبان نہ سیکھنے پر کیا عذر پیش کر سکیگا، جبکہ دنیوی عرصہ حیات میں آدھی عمر دُنیوی عُلوم انجینیری، ڈاکٹری اور دیگر دُنیوی علوم کے سیکھنے میں لگا دیا ہو، کیا یہ عذر کل وہاں چل سکیگا۔ اس پر سارے وہ حضرات غور و فکر کریں جو خود دُنیوی علوم کے حصول میں غرق ہیں اور مسابقتی دوڑ میں اپنی اولاد کو ترقی یافتہ ممالک کو اس دُنیوی عُلوم کے حصول کیلئے اپنے ہاتھوں سے رخت سفر (travel cloths) تیار کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کا اور ان کی اولاد کا قرآن فہمی کی محنت سے دور رہنا ایک طرف تو کلام اللہ کی اہانت و توہین ہے اور دوسری طرف اس منافقانہ رویہّ کی بَازپُرس (تفتیش) اور اُسکی سزا کیلئے اپنے کو

یہیں سے تیار کر لیں۔ وہاں حساب کتاب تو عرصہ حیات کے اعمال ہی کا ہوگا۔
یہہ تو فہم قرآن کا پہلا مرحلہ ہے کہ قاری نصیحت حاصل کرلیتا ہے۔
فہم قرآن کا دوسرا مرحلہ یا دوسرا درجہ تدبّر قرآن کا ہے یعنی قرآن کو گہرے غور و فکر کا موضوع بنایا جائے اور اس کے علم اور حکمت کی گہرائیوں میں اُتریں کیونکہ قرآن خواص کیلئے اور اصحاب عِلم و فکر کیلئے تدبّر کا ذریعہ ہے۔ قرآن پر تدبّر کرنے کا حکم سورۃ ﴿ص﴾ میں ہے۔ تدبّر نہ کرنے پر ناراضگی اور خفگی کا اظہار سورۃ ﴿النساء﴾ اور ﴿محمد﴾ میں ہے کہ (کیا یہ لوگ تدبّر نہیں کرتے قرآن پر یا پھر ان کے دلوں پر قفل لگ گئے ہیں؟)

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (النساء : ٨٢)

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰي قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (محمد : ٢٤)

حصول نصیحت کے اعتبار سے قرآن مجید جسقدر آسان ہے اسی قدر تدبّر کے اعتبار سے مشکل ہے۔ کیونکہ ایک وسیع اور گہرا سمندر ہے۔ صحابہ کرام کے بارے میں اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ وہ حضرات ایک ایک سورت پر طویل مدتوں تک تدبر اور تفکر کیا کرتے تھے۔ ان ہی میں سے ایک حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ہیں کہ انھوں نے سورہ بقرہ جو ٢٨٦ ایات پر مشتمل ہے اس پر تدبّر کرنے میں ٨ سال لگا دیے۔ ذرا غور طلب بات ہے کہ ان حضرات کی زبان خود عربی ہے اور ان کے سامنے نزول قرآن ہوتا رہا ہے، تو اس پر مزید یہ کہ ان حضرات کو صحبت رسول صلّی اللہ علیہ وسلم حاصل تھی، سورتوں کے شان نزول اور آیات کے تاریخی پس منظر کو یہہ لوگ جاننے والے تھے ان سب کے باوجود ایک سورت پر ان کا سالہا

سال غور و فکر کرنا ایک طرف تو قرآن میں عِلم و حکمت کے خزانے پوشیدہ ہونے کا پتہ ملتا ہے اور دوسری طرف یہہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ اسکے لئے سخت محنت کی ضرورت ہے۔

ہم جیسے عجمی لوگ ان ساری مذکورہ صفات سے محروم اور عاری ہونے کے علاوہ بے ذوق اور کم ہمتی کے ساتھ ساتھ کیا یہہ ممکن نہیں کہ ہم تدبّر قرآن کر سکیں۔

کچھ تو بتلا تجھے اسرار محبت کی قسم
کیا نہ بدلیگا کبھی دور جہاں اے ساقی

صحابہ کرام کے بعد تابعین حضرات کا دور آیا جن میں بڑے بڑے سینکڑوں اور ہزاروں علماء، مفسرین گزرے ہیں، ابن جریر الطّبرِی، امام فخر الدین رازی، علامہ زمَخشَری و غیرہ ہزاروں صفحات پر مشتمل تفاسیر لکھ کر یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم قرآن میں تدبر کا حق ادا کر دیے۔

عزم محکم عطا کر خدایا، حوصلوں کو نئ زندگی دے
سر اٹھائے ہیں ہر سو اندھیرے، شب چراغوں کو اب روشنی دے

قرآن مجید کو بطریق تدبّر پڑھنے کی بڑی کڑی شرطیں ہیں ان کا پورا کرنا اسکے بغیر ممکن نہیں ہے کہ ایک انسان اپنے آپ کو بس اسی کیلیئے اپنی پوری زندگی وقف کردے ۔۔۔ عربی زبان کا گہرا مطالعہ، اَدَب کا ستھرا ذوق، فصاحت اور بلاغت کا عمیق فہم (پوشیدہ سمجھ) ، ادب جاہلی کا تحقیقی مطالعہ، دور جاہلی کے شعراء اور خطباء کا کلام اس سے ممارست (مشق)، قرآن کے مخصوص اصطلاحات اور خاص اسالیب (پوشیدہ) پر غور و فکر، اسکے بعد نظم قرآن کی فہم پھر مختلف سورتوں اور پھر

ہر سورت میں باہمی آیات میں ربط اور تعلق کو سمجھنا ایک ایسا مشکل مرحلہ ہے جس میں بڑے بڑے اصحاب عزم بھی تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں بہر حال یہہ بات بالکل واضح ہے کہ اس مرحلے کے بغیر تدبّر قرآن کا حق اد کرنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ پھر ان سب کے ساتھ احادیث کے تمام ذخیروں پر گہری نظر اور قدیم صحف آسمانی (تورات، انجیل، زبور) کا گہرا مطالعہ ضروری ہے۔ ان سارے مراحل سے گزر کر انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ قران کو بطریقہ تدبر پڑھ سکے۔۔۔ اسکے بعد انسان اپنی معلومات کے دائرہ کو تجرباتی اور عقلی علوم کے ذریعے جسقدر وسیع ہو سکتا ہے کرے تاکہ تدبّر میں مدد گار ہو سکیں۔ جیسے منطق، الٰہیات، اخلاقیات، نفسیات، فلکیات، ارضیات، معاشیات، سیاسیات، اور عُلُوم طبیعی وغیرہ۔ اب تک قرآن مجیدہ کے تین حقوق کی تفصیلات آچکی، اب چوتھا حق ہے۔

(۴) قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنا۔ (قرآن مجید کا چوتھا حق)

ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کی تعلمات پر عمل کرے۔ ایمان لانا، تلاوت کرنا اور فہم حاصل کرنا یہ سب فی الاصل عمل ہی کیلئے ہے۔ ان سب سے مطلوب عمل بالقرآن ہی ہے۔ قانون زندگی برائے عمل ہی ہے۔ دستور زندگی اگر صرف پڑھنے اور سمجھنے کی حد تک رہ جاتا ہے تو مقصد پورا نہیں ہوتا۔۔۔ اگر کوئی قرآن مجید کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ یہہ منتر (Mantra) کی کتاب ہے، یا دفع بَلیّات کیلئے ہے، یا محض حصول برکت کیلئے ہے، یا صرف سکرات موت کی تکلیف کو کم کرنیکے لئے ہے، تو قرآن کا مقصد نزول بحیثیت قانونِ زندگی اور رسول کی بعثت کا مقصد بہ اعتبار نمونہ زندگی سب عبث (بے کار) ہو گیا۔ چنانچہ

قرآن دو ٹوک کہتا ہے کہ جو قرآن کے مطابق زندگی نہ گزارے اس کا ایمان ہی معتبر نہیں ہے۔

صحابہ کرام کی نظر میں کسی سورت کا حفظ کا مطلب صرف یہ نہیں تھا کہ اسکو یاد کر لیا جائے بلکہ اس کا فہم بھی حاصل ہو جائے اور اسپر عمل کی توفیق بھی بفضل الٰہی آسان ہو جائے، اسطرح قرآن ان کے فکر اور عمل دونوں پر حاوی ہو جاتا تھا۔ گویا کہ حفظ قرآن کا مطلب اِن کے نزدیک یہہ تھا کہ قرآن ان کی پوری شخصیت میں رچ بس جائے اور اسکی ہدایت اور معنی مطلب ان کے رگ وپے میں سراہت کر جائے۔ نتیجتًا قرآن کے الفاظ حافظ کے حافظے میں اور قرآن کا عِلم حافظ کے ذہن میں اور قرآن کی تعلیمات، حافظ کے اخلاق و کردار میں، عادات اور اطوار میں محفوظ ہو جائیں۔ صحابہ کا طریقہ یہہ تھا کہ دس آیات پڑھ لیتے تو اُسکو سمجھتے اور عمل کرتے اسکے بعد آگے بڑھتے۔ (عصر حاضر کے حفاظ اپنے پر غور کر لیں)

غرض کہ قرآن سے استفادہ کی صحیح صورت یہہ ہے کہ اس کا جتنا علم اور فہم انسان کو حاصل ہوا ہے وہ ساتھ ساتھ اعمال اور افعال، عادات اور اطوار اور سیرت اور کردار کا جُزِ بَنتَا بناتا چلا جائے ورنہ ذیل کی حدیث کی گرفت میں قرآن کا قاری اور حافظ اور عالِم آجانے کا اندیشہ ہے۔

الْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ (صحيح مسلم، الرقم: ٢٢٣)

(یوم قیامت قرآن یا تو تمھارے حق میں محبت (دلیل) بنیگا یا تمھارے خلاف میں) یعنی قرآن کا علم و فہم بے عملی کی وجہ سے الٹا انسان کے خلاف حجت اور اسکی سزا میں شدت اور اضافے کا سبب بن جائے گا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے کسی نے سوال کیا کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم

کی سیرت کیسی تھی ؟آپ نے جواباً فرمایا خُلُقُه القُرآنَ (تخريج المسند لشعيب | الصفحة أو الرقم : ٢٥٨١٣) یعنی آپ کی سیرت، تعلیمات قرآنی کا مکمل نمونہ تھی گویا کہ آپ مجسّم قرآن تھے۔

عمل بالقرآن کے دو میدان :- (۱) انفرادی (۲) اجتماعی اعتبار سے

عمل بالقرآن (انفرادی میدان)

قرآن مجید کے تمام احکام جن کا تعلق مومن کی انفرادی اور نجی زندگی سے ہو یا جن پر عمل کا اختیار اُس کو فی الفور حاصل ہو اور اسکے لئے وہ آزاد ہو تو مومن اُسی دم اُن احکام پر عمل کرنیکے لئے پابند ہو جاتا ہے۔ اور اس معاملے میں سوچ بچار اور تاخیر کا کوئی جواز اسکے پاس سَرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ ایسے احکام کی اطاعت میں کوتاہی اور اگر مگر جُرم عظیم ہے جسکی سب سے بڑی سزا سلب توفیق ہے۔

اگر میں چاہوں تو ہر کام کر دکھاؤں مگر
اگر مگر نے مجھے کام کا نہیں رکھا

حدیث : إنَّ أكثرَ مُنافِقِي أُمَّتي قُرَّاؤها [مسند احمد: ٦٦٣٣] (میری امت کے منافقین کی سب سے بڑی تعداد قراء (یعنی علماء) کی ہے)، علماء تعلیم و تعلم میں ضرور مشغول رہتے ہیں لیکن نجی دائرے میں اکثر بے عمل ہوتے ہیں۔

نصیحت کرتے ہو اوروں کو لیکن
بتاؤ خود پہ اس کا کیا اثر ہے ؟

لہٰذا سلامتی کی راہ یہی ہے کہ مومن جسقدر عِلم بھی قرآن سے حاصل کرے

اسپر وہ حتّی الِامکَان فوری طور پر عمل شروع کر دے تو قرآن کا حق یعنی عمل بالقرآن ادا ہو گا۔

عمل بالقرآن (اجتماعی میدان)

مسلم معاشرے میں بعض ایسے اجتماعی امور ہوتے ہیں جن پر ایک فرد کو کلّی اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ سورہ مائدہ میں بتلا دیا گیا ہے کہ اقامت دین کی کوشیش کریں تاکہ عدل اجتماعی قائم ہو سکے۔ چنانچہ اس قسم کے جو احکام ہیں وہ اجتماعی طور پر کرنے کے ہوتے ہیں۔ جسطرح انفرادی سطح پر ایک فرد میں اسلام کی مطلوبہ تبدیلی کا واحد راستہ، قرآن کو اسکے دل و دماغ میں اُتار نا ہے اُسی طرح سے ہیئت اجتماعی میں بھی اشاعت دین کی محنت سے اسلامی انقلاب اُسی وقت آ سکتا ہے جبکہ اُن کے ذہین اور باشعور طبقات کے قلوب اور اَذہان کو نورِ خدا سے منور کر دیا جائے، تاکہ ان کے فکر و نظر میں قرآنی انقلاب برپا ہو جائے۔ پھر ان کے اَذہاں، افکار، جذبات اور احساسات سب کے سب قرآن کے تابع ہو جائے۔

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ (الفتح:۲۸)

(وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت کی کتاب اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ تمام ادیان پر غالب کر دے اور حق ظاہر کرنیکے لئے خدا ہی کافی ہے)

اقبال کی نظر میں مومن کی ہستی ایسی ہی ہے جیسے لباس ہوتا ہے اور اسکے مقابل اولاد آدم جو اسلام سے دور ہے وہ ایسی ہی ہے جیسے انسان بغیر لباس کے اور مومن انکو لباس پہنانے والا ہے۔

میری ہستی پیر ہن عُریانیِ عالم کی ہے
میرے مِٹ جانے سے رُسوائی بنی آدم کی ہے

(۵) تبلیغ و تعلیم - (قرآن مجید کا پانچواں حق)

ہر مسلمان پر حسب استعداد اور صلاحیت، قرآن مجید کا یہ حق عاید ہوتا ہے کہ وہ اس کو دوسروں تک پہنچائے۔ لفظ تبلیغ ایک جامع اصطلاح ہے اور اسکے کئی پہلو اور کئی درجے ہیں

﴿هَٰذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾(إبراهيم : ۵۲)

(یہ قرآن لوگوں کے نام (خدا کا پیغام) ہے تا کہ ان کو اس سے ڈرایا جائے اور تا کہ وہ جان لیں کہ وہی اکیلا معبود ہے اور تا کہ اہل عقل نصیحت پکڑیں)

﴿ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ﴾ (سورہ مائدہ آیت: ٦٧)

بس قرآن پاک کو لوگوں تک پہنچانا یہ رسول کے فرائض نبوت میں سے ہے۔
ایک بگڑے معاشرے کی اصلاح کیلئے جتنے اقدامات ہو سکتے ہیں وہ سب لفظ تبلیغ میں آجاتے ہیں۔ دین کی تبلیغ غیر مسلمین کے درمیان اشاعت دین کے عنوان سے تحریر کے ذریعے تقریر کے ذریعے ہر وقت اور ہر مقام پر ہونا ضروری ہے۔
فریضہ تبلیغ قرآن کا بوجھ اُمّتِ محمدیہ کے کاندھوں پر قیامت تک کیلئے رکھا گیا ہے۔ ورنہ اُمّت خدا کے یہاں مسئول ہوگی۔ امت کے علماء اس ذمہ داری کو اُنکی اپنی علمی استعداد کے مطابق ادا کرنا ضروری ہے۔ جسکو ناظِرہ پڑھنا آتا ہے وہ دوسروں کو ناظِرہ بڑھا دے، جسکو قرآن حفظ ہے وہ دوسروں کو یاد کرادئے، جس کو ترجمہ

آتا ہے وہ ترجمہ پڑھا دے۔ جسکو جتنا علم آتا ہے وہ دوسروں تک پہنچا دے۔ یہاں تک کہ قرآن کا متن، قرآن کا مفہوم اَطراف واکنافِ عالَم تک پہنچا دیا جائے۔

حدیث: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (حدیث نمبر: ۵۰۲۷. ۲۱. باب: صحیح البخاری) (تم میں بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے)

مسلمانوں کی موجودہ مجرمانہ بے اعتنائی جو حقوقِ قرآن کے بارے میں ہے اسکو نظر میں رکھ کر غور کریں تو قرآن کی تبلیغ اور اسکی تعلیم کی ذمّہ داری ایک سُھانا خوابِ نظر آتا ہے۔ اب صورتحال یہہ ہے کہ وہ اُمّت جو قرآن کو اقوام عالَم اور اُمَمِ عَالَم تک پہنچانے کی ذمہ داری لی ہوئی تھی آج وہ خود اس بات کی محتاج ہے کہ خود اسے قرآن پہنچایا جائے، لہٰذا اِسوقت اصل ضرورت خود اُمّت مسلمہ میں تعلیم اور تعلّمِ قرآن کا پروگرام فوجی خطوط پر چلانا ہے تاکہ مسلمان درجہ بدرجہ قرآن سیکھنے اور سکھانے میں لگ جائیں۔

یہاں تک راقم عنوان کے ایک حصّہ یعنی قرآن مجید کے حقوق کی تفصیلات اِجْمَالًا بیان کیا۔ اب آگے اس بات کی وضاحت کروں گا کہ اس خصوص میں عصر حاضر کے مسلمانوں کی لاپروائی اور بے اعتنائی کسطرح مجرمانہ غفلت تک پہنچ چکی ہے۔ سمجھنے میں سہولت کی خاطر ذیل کی تین اہم سُرخیوں کے تحت اسکی وضاحت کروں گا۔

(۱) عصر حاضر کے مسلمانوں میں سَطحِیتُ پسندی اور خودپرستی۔ (۲) مظاہر دین کو حقائق دین سمجھنا۔ (۳) عصر حاضر کے مسلمانوں میں منافقانہ خصلتیں۔

(۱) مسلمانوں میں سطحیت پسندی اور خودپرستی

ایمان کی علامت کیا ہے؟ یہہ دو باتوں پر مشتمل ہے۔

(۱)قرآن مجید
(۲) نماز

یہ دونوں پورے دین کا عنوان ہیں۔ایک نظری (یعنی اعتقادی) اعتبار سے اور دوسرا عملی اعتبار سے، اسطرح ایک ایمان ہے اور دوسرا اسلام ہے۔

ایمان والی بات کا یہہ حال ہے کہ اکثر مسلمان صبح میں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں جو بلا علم تجوید اور بغیر فہم کے ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کو نزول قرآن سے جو چیز مطلوب ہے وہ محض الفاظ کی تلاوت نہیں ہے بلکہ تلاوت حق ہے۔

﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ﴾ (البقرہ:۱۲۱)

تلاوت حق کیا ہے؟ یعنی قرآن مجید کی تلاوت کے سلسلے میں ہر مسلمان پر قرآن مجید کے پانچ حقوق ہیں (جن کی تفصیل آچکی)

آجکل کا مسلمان قرآن کریم کو اللہ کا کلام مانکر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور حسب ذیل پانچ باتوں پر عمل کرنے کو قرآن کا حق ادا کرنا سمجھ رکھاہے۔

- ❖ قرآن کو ریشمی جُزدان میں رکھنا۔
- ❖ لڑکی کے جہیز میں قرآن مجید دنیا۔
- ❖ قریب الموت سرہانے بیٹھ کر سورہ یٰس آپڑھنا۔
- ❖ عدالتوں میں قسم کھاتے وقت اُسپر ہاتھ رکھنا۔
- ❖ پریشانی کے وقت اس سے فال لینا۔
- ❖ بہت سے لوگوں کیلئے قرآن، کتاب مہجور ہے۔
- ❖ بہت سے لوگوں کیلئے قرآن خوش الحانی تک محدود ہے۔
- ❖ بہت سے لوگوں کیلئے قرآن بغیر فہم کے زبانی یاد کرنیکی چیز ہے۔
- ❖ بہت سے لوگوں کے لئے قرآن محض علمی غور و بحث کا موضوع ہے۔

- ❖ بہت سے لوگوں کیلئے قرآن لغت ، صرف و نحو سے الفاظ قرآن اور آیات قرآن کو حل کرنیکے لئے ہے۔
- ❖ بہت سے لوگوں کیلئے قرآن ، زبان اور قلم سے اسرار اور معارف بیان کرنیکے لئے ہے۔
- ❖ بہت سے لوگوں کیلئے قرآن تقریر اور تحریر سے پہلے اُلٹ پھیر کر کے حوالے لینے کی حد تک ہے۔
- ❖ بہت سے لو لوگوں کیلئے قرآن مخصوص سورتوں کو یاد کرنیکے لئے ہے اور وہ بھی مخصوص اوقات میں۔
- ❖ بہت سے لوگوں کیلئے قرآن نماز میں چند سورتوں کو یاد کرنے کیلئے ہے۔
- ❖ بہت سے لوگوں کیلئے قرآن ختم قرآن کے طور پر پڑھنے کیلئے ہے۔
- ❖ بعض لوگوں کیلئے قرآن حسابی، تناسبی اور عددی توازن ٹٹولنے کے لئے ہے جسے قرآن میں "الجھر" کا لفظ ۱۸ مرتبہ آیا ہے اور "اَلسِّیر" کا لفظ بھی ۱۸ مرتبہ آیا ہے، "رحمٰن" ۵۷ مرتبہ اور "رحیم" ۱۱۴ مرتبہ قرآن میں آیا ہے وغیرہ وغیرہ۔
- ❖ بعض لوگوں کیلئے قرآن، آیات لیکر تعویز سازی کیلئے ہے۔
- ❖ بعض لوگوں کیلئے قرآن اُنکے اپنے خیالات کی تصدیق کیلئے ہے نہ کہ تصحیح کیلئے اور یہہ ایسے لوگوں کا معاملہ ہے جو قرآن کو خالی الذہن ہو کر نہیں پڑھتے۔
- ❖ بعض لوگ قرآن متاثر ذہن یعنی (preoccupied mind) کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

- بعض لوگ دعوتی مصلحت کے اعتبار سے اپنے طریقہ دعوت کی تصدیق اور دلائل کی خاطر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔
- بعض لوگ قرآن کی اس اعتبار سے تلاوت کرتے ہیں کہ اُسکی متصوفانہ تعبیر کر سکیں حالانکہ وہ غیر مستند ہوتی ہے۔
- بعض لوگ شیطان کو گھر سے بھگانے کیلئے قرآن پڑھتے ہیں ، یہہ کام عاملوں سے ہٹکر کیا جاتا ہے۔
- بعض لوگ قرآن کو اس لئے پڑھتے ہیں کہ قرآن کو اپنے فکر و عمل کے سانچے میں ڈھالیں نہ کہ خود کے غور و فکر اور عمل کو قرآن کے سانچے میں ڈھالیں۔

تلاوت قرآن کے کچھ آداب ہیں۔

(۱) قران مجید کو کس قدر اونچا رکھیں۔

(۲) باوضو ہو کر پڑھیں۔

(۳) قبلہ رخ ہو کر پڑھیں۔

(۴) ہدایت اور اطاعت قرآن کی نیت سے پڑھیں۔

(۵) یکسو ہو کر خوشبو لگا کر پڑھیں۔ ان آداب تلاوت کو بہت سے لوگ، حقوق تلاوت سمجھ لئے یہہ ان کی جہالت ہے۔

ایسی سطحی خود فریبی کی زندگی گزارتے ہوئے آخرت کا انعام حاصل کرنے کے اپنے کو قابل سمجھنا خوش فہمی ہے۔ یہہ خود فریبی کا نتیجہ ہے۔

قرآن کو ایسا پڑھے کہ قاری میں آخرت کی طلب آجائے آخرت مقصد ہو کر پوری زندگی آخرت بھی ہو جائے، عہد نبوی میں تعلیم اور تعمیل دونوں

ساتھ ساتھ چلے تھے۔جاننا اور پھر کرنا دونوں الگ الگ باتیں نہیں تھیں، نظریات اور نظائر میں فرق نہیں تھا۔

عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گامِ عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنیِ پیغام ابھی

(۲) مظاہر دین کو حقائق دین سمجھنا.

مسلمان نماز پڑھتا ہے روزہ رکھتا ہے لیکن انکی روح سے دور نظر آتا ہے۔ قرآن سنتا ہے لیکن سمجھ نہیں سکتا اور نہ سمجھنا چاہتا۔ مسلمانوں کی موجودہ خوشحالی اور معاشی وسعت سے دینی بے حسی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بے حسی کے نتیجے میں جو چیز نمایاں نظر آتی ہے وہ دینی عِلم سے دوری ہے، دینی فہم سے دوری ہے، دینی اعمال سے دوری اور تزکیہ نفس سے دوری اور فکر آخرت سے دوری ہو گئی۔ لوگوں میں سطحیت پسندی اور خود پسندی آگئی، جس کی وجہ سے بے تکان بولنا چاہتا ہے اور بولنے نہیں دیتا، سنانا چاہتا ہے سننا نہیں چاہتا، نااہل ہوتے ہوئے اہل تر سمجھتا ہے پھر آہستہ آہستہ آمرانہ ذہن اور من مانی کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ یہہ طرز اور یہہ روش باعثِ ہلاکت ہے۔ ہر چیز کے دو پہلو ہیں • ظاہری پہلو • باطنی پہلو۔ جیسے انسان کو اسکا ظاہر جسم ہے اوراس کا باطن روح ہے۔ اور اصل تو روح ہے، اسی طرح عبادات کے بھی دو پہلو ہیں۔ ایک عبادات کی شکل اور حقیقت (یعنی مظہر عمل) اور دوسرا عبادات کی روح ہے (یعنی حقیقت عمل) مظہر عمل ذریعہ ہے اور حقیقت عمل مقصد ہے۔

نماز کی روح ، انسان میں تواضع ، عاجزی پیدا ہونا ہے ۔ روزے کی صورت یعنی روزے کی شکل، کھانے پینے اور جماع سے ایک وقت تک رُکے رہنا ہے اور اسکی

روح صبر ہے۔ اسی طرح زکواۃ ہے ،اسکی روح خیر خواہی کا انسان میں پیدا ہونا ہے۔ اسی طرح عیدالاضحیٰ ہے،ظاہری صورت بکرا، گائے یا اونٹ کا ذبح کرنا ہے لیکن اسکی باطنی صورت جو اصل ہے، وہ ہے وقت آنے پر دین پر سے اپنے کو قربان کردینا ہے یا پھر آخرت اور رضاء الٰہی کو اپنا مقصد بنانا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں میں مظاہر دین کی دھوم ہے اور اہمیت ہے اور حقائق دین کا کہیں بھی وجود نہیں ہے جیسے خدا کے نام کا لفظی وِرد ہر مسلمان کی زبان پر ہے مگر خدا کی عظمتوں، صنعتوں، حِکمتوں اور معرفتوں کے معنوی چرچے کہیں بھی نہیں ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعت ، قصیدے لکھے اور پڑھے جاتے میں مگر رسول کی حقیقی اطاعت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ قرآن کی قرأت کانوں میں گونجتی ہے مگر قرآن پر تدبر کرنے والا کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ لوگ فضائل قرآن سے بھی واقف ہیں اور قرآن دانی کے فضائل سے بھی واقف ہیں لیکن قرآن خوانی تک خود کو محدود رکھے ہوئے ہیں، جو ایک طرف سطحیت پسندی ہے تو دوسری طرف مظہر عمل پر رُک جانا ہے۔

کلمہ طیبہ کو زبان پر ورد کیا جاتا ہے لیکن اسکے معانی و مطالب اور تقاضوں سے کوئی واقف ہونا نہیں چاہتا۔ پورا قرآن، کلمہ کے تقاضوں پر مشتمل ہے، دین کے سارے مشمولات کلمہ کے تقاضے ہیں اسی اہمیت کی بناء پر اسکو اعمال سے پہلے رکھا گیا۔ نماز - روزہ - زکواۃ۔ حج ۔ پر مقدم کر دیا گیا۔ اسلام کی اخلاقی خوبیاں بڑی دھوم سے بیان کی جاتی ہیں لیکن اسلام کی اخلاقی تعلیمات پر عمل کرنیکی فرصت نہیں ہے۔ یہہ عجیب بات ہے کہ اسلام کے مظاہر لوگوں کے

اندر جاگے ہیں لیکن اسلام کی حقیقت لوگوں کے اندر نہیں آئی ۔ ذیل کا شعر مسلمانوں کے حسب حال ہے اور عصر حاضر کے مسلمان اسکے عین مصداق ہیں۔

رہ گئی رسم اذاں، روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تعبیر غزالی نہ رہی۔

آجکل دین کے معاملہ میں علمی فقدان کی وجہ سے افراط و تفریط کا دور دورہ ہے لوگ علمی استعداد کم رکھتے ہوئے زبان اور قلم کے بادشاہ بنے ہوئے ہیں۔

نوٹ ـــــ جس طرح عاجزی، انکساری اور تواضع کے جذبات کو نماز سے تحریک ملتی ہے ۔ اسی طرح ہمدردی اور رحم دلی کے جذبات کو روزے سے تحریک ملتی ہے ۔ محتاجوں ، مفلسوں اور مصیبت زدوں کی تکالیف کا احساس ہوتا ہے۔ روزے سے جنسی خواہشات کم ہوتے ہیں ۔ بقر عید کی حقیقت یہ کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے طریقہ کو علامتی طور پر انجام دیکر اسکو عملی اعتبار سے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا عہد ہر سال کرتا ہے ۔ اسطرح قربانی در صل ایک علامتی عہد کا نام ہے یعنی علامتی طور پر یہ عہد کرنا ہے کہ میری پوری زندگی خدارخی زندگی ہو گی ۔ بہر حال دین داری ایک شعوری عمل ہے نہ کہ رسمی عمل ہے۔

عزم کامل ہو تو منزل نہیں دشوار کوئی
عزم کامل پر یقین اپنا جمائے رکھئے

منزل مجھے ملے نہ ملے اس کا غم نہیں
منزل کی جستجو میں میرا کارواں تو ہے

ذوق منزل تو ٹھیک ہے راہی
سوئے منزل سنبھل کے چلو۔

(۳) عصر حاضر کے مسلمانوں میں شاختانہ خصلتیں۔

منافقت کیا ہے ؟ظاہری اطاعت اور فرمانبرداری کے ساتھ ساتھ دل میں ایمان کا نہ ہونا یا ایمان میں نقص ہونا منافقت ہے، نفاق ہے۔ مجموعی طور پر منافقین کا ذکر قرآن مجید میں ۶۰ مرتبہ آیا ہے اور انکی خصوصیات کا ذکر ۱۷ آیات میں آیا ہے۔ عصر حاضر کا مسلمان ان آیات کو آئینہ تصور کر کے اپنی دینی تصویر اس میں دیکھے۔ منافق کے خصوصیات، عادات اور اطوار۔

- خدا کے احکام پر چلنے کو بیوقوفی سمجھنا اور چلنے والوں کو بے وقوف۔
- مذہب اسلام کے دشمنوں کے ساتھ تال میل رکھنا۔
- نام اسلام کا لینا کام غیر اسلامی کرنا۔
- اسلامی اعمال انجام دینا مگر نیّت ریا کی ہونا۔
- اسلام اور غیر اسلام کے درمیان تذبذُب میں رہنا۔
- منافقین کا ٹھکانہ جہنم ہے تَردُّد اور شک کی بناء پر۔
- منافقین جہنم میں سب سے نچلے درجے پر ہونگے۔
- زمین میں اصلاح کے بجائے فساد کرنا۔
- زبان سے خوب اسلام کا اظہار کرنا لیکن دل میں اسلام کا نہ ہونا۔
- ظاہری دنیوی کامیابیوں کے باوجود منافق کو سکون قلب کا نہ ملنا۔
- اسلام مالی اور جانی قربانیاں چاہتا ہے ایسے وقت عزرات پیش کرنا۔
- سچے اہل ایمان کو دوست بنانیکے بجائے ریا کاروں کو دوست بنانا۔
- اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بجائے بخالت کرنا۔
- اللہ کی راہ میں معاشرے کے ڈر سے خرچ کرنا نہ کہ اللہ کے خوف سے۔

- اللہ کی راہ میں دنیوی تکالیف سے خوف کھانا اور خدا کے عذاب سے نہ ڈرنا۔
- اپنی تدبیروں پر زیادہ بھروسہ کرنا۔اللہ کی مدد کا یقین نہ رکھنا۔
- اپنے ساتھیوں سے مدد کے جھوٹے وعدے کرنا۔

نفاق کی قسمیں اور درجات :- نفاق کی کئی قسمیں اور کئی درجات ہیں لیکن ایمان اور عقیدے کا نفاق کفر کی بدترین قسم ہے ،ایسے ہی لوگ دوزخ میں جائینگے۔اسکے بعد سیرت کا نفاق ہے کہ آدمی منافقوں والی سیرت، بری خصلتیں اور بری عادات رکھتا ہے کہ ان چیزوں کا مومن میں ہونا ایمان کی ضد ہے ۔ جیسے حق کا اعتراف نہ کرنا،گناہ کے بعد توبہ نہ کرنا، توحید کے ساتھ شرک کرنا یہ ایمان کے نقصانات ہیں۔ یہی نفاق کی دو قسمیں یعنی ایمان و عقیدے کا نفاق اور دوسرا سیرت کا نفاق۔ نفاق کی پہلی صورت یعنی ایمان اور عقیدے والا نفاق وہ ہے جس کا علم انسان کو نہیں ہو سکتا، رہ گئی نفاق کی دوسری صورت یعنی سیرت والا نفاق اسکو ماننے کیلئے وحی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ انکی پہچان کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ۱۷ مقامات پر منافق کے اخلاقی اور اعمالی پہلوؤں کو خوب واضح کیا ہے۔ بہر حال عملی نفاق وہ ہے جو زبان سے ایمان کا اقرار کرے لیکن حق کی خاطر قربانیاں دینے, مصائب برداشت کرنے تیار نہ ہو۔ اسکے علاوہ جہالت کی رسمیں اور طریقے چھوڑنے تیار نہ ہو اور اپنی بری عادتیں اور خصلتیں بدلنے بھی تیار نہ ہو۔

حدیث- خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي مُنَافِقٍ: حُسْنُ سَمْتٍ وَلَا فِقْهٌ فِي الدِّين[التِّرْمِذِيّ: ۲۶۸۴]منافق میں دو (خصلتیں) صفتیں جمع نہیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) اچھا برتاؤ یعنی وہ بات یا وہ عمل جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہو۔
(۲) دین کی فہم -

وعظ سننا تمام رات مگر
دن نکلتے ہی سب بھلا دینا
پوری سچائی بھی نہیں اچھی
کچھ بتا دینا کچھ چھپا دینا

منافقت اور عہد حاضر :- حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ عہد رسالت میں آدمی ایک بات کہتا تھا جسکی وجہ سے وہ مرتے دم تک منافق ہو جاتا تھا۔ اور آج میں تم سے وہی بات سن رہا ہوں وہی کلمہ نفاق سن رہا ہوں اور وہ بھی دن میں ۱۰ مرتبہ سن رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آج منافق لوگ اسقدر زیادہ ہیں جسقدر زمانہ رسالت میں تھے لیکن اُس زمانے کے منافق نفاق کو چھپاتے تھے لیکن اس زمانے میں لوگ چھپانے کے بجائے اسکو ظاہر کر رہے ہیں اور یہ نفاق ایمان کے سچے اور ایمان کے کامل ہونیکے مخالف ہے کیونکہ ایمان کی تکمیل طاعات سے ہوتی ہے اور ایمان کا نقص طاعات کی کمی سے ظاہر ہوتا ہے یہی نفاق ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ منافقین کی اس وقت اسقدر کثرت ہے کہ ان کے مر جانے سے راستہ چلتے میں وحشت ہونے لگے (ذرا غور کریں حضرت حذیفہؓ کا اور حضرت حسن بصریؒ کا زمانہ تقریباً آج سے ۱۳ سو سال یا ۱۴ سو سال پہلے کا تھا۔ اُس وقت منافقت کا یہ عالم تھا، آج ہر طرف ہر سو منافقت ہی منافقت ہے ---- زبان کا مختلف ہونا دل سے، باطن کا مختلف ہونا ظاہر سے، مدخل کا مختلف ہونا مخرج سے یہی نفاق ہے۔

بے یقینی کی نظر ہم بھی ہوئے تم بھی ہوئے
عکس ماضی کا رخ تاب کہاں سے لاؤں

وہ جن کے جسم پہ چہرے بدلتے رہتے ہیں
انھیں بھی ضد ہے کہ ان کا بھی احترام کرو

دو چار نہیں تم مجھے صرف ایک بتادو
انسان جو اندر سے بھی، باہر کی طرح ہے۔

بعض علماء سے مروی ہے کہ منافق دنیا کے کام کو آخرت کے کام پر مقدم رکھتا ہے۔آج ۹۰ فیصد مسلمان اِسی روش پر ہیں۔ مسلمانوں کے مابین جو تعاون بظاہر نظر آتا ہے اسکی ایک حد ہے وہ ہے مفاد پرستی کی حد۔ جیسے ہی وہ حد آجاتی ہے آپسی تعاون اور گرم جوشی ختم ہو جاتی ہے اور سارے مسلمانوں کی راہیں الگ الگ ہو جاتی ہیں اور ہر ایک غرور تراشی میں اپنا کمال دکھاتا ہے ایسے تعاون پھر اخلاص اور عنداللہ قبولیت، سب ہوائی باتیں ہو جاتی ہیں۔

حدیث : يُوْشِكُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمُ الْاُمَمُ مِنْ كُلِّ اُفُقٍ كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ عَلٰى قَصْعَتِهَا قَالَ: قُلْنَا : يَارَسُوْلَ الله اَمِنْ قِلَّةٍ بِنَا يَوْمَئِذٍ ؟ قَالَ: اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ، وَلٰكِنْ تَكُوْنُوْنَ غُثَاءً كَغُثَاءِ السَّيْلِ يَنْتَزِعُ الْمَهَابَةَ مِنْ قُلُوْبِ عَدُوِّكُمْ وَيَجْعَلُ فِي قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ ۔ قَالَ: قُلْنَا : وَمَا الْوَهْنُ ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔ (مسند احمد: ۲۲۷۶۰)

قریب ہے کہ ساری ملّتوں والے ہر طرف سے تم پر اس طرح جھپٹ پڑیں، جیسے کھانے والے دستر پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ان دنوں میں قلیل ہوں گے؟آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں نہیں، بلکہ ان دنوں تمہاری تعداد تو بہت زیادہ ہو گی، لیکن تمہاری

حیثیت سیلاب کے ساتھ بہنے والے پتوں، تنکوں اور جھاگ کی سی ہو گی اور تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکل جائے گا اور تمہارے دلوں میں وَھن آجائے گا۔ ہم نے پوچھا: وھن سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا سے محبت کرنا اور موت کو ناپسند کرنا۔

چنانچہ دنیا پرستی اور نفس پرستی کے نتیجے میں مسلمانوں کے دلوں میں روحانی امراض پیدا ہو جائینگے جسکی وجہ سے آپسی اتحاد اور اتفاق پارہ پارہ ہو جائیگا اور اِس سے دشمن بھرپور فائدہ اُٹھائے گا، منافق اسوقت دوسروں سے اخلاق سے پیش آتا ہے جبکہ کوئی مفاد وابستہ ہو اور اگر مفاد نہ ہو تو دوسروں کی خوبیوں کو دفن کرتا ہے اور خرابیوں کو اچھالتا ہے تاکہ خود کا مقام بن سکے۔ منافق اُخروی تقاضوں کے مقابل اپنے معاشی مفادات کو اہمیت دیتا ہے

منافق ایسی مخلوق ہے جس کا کوئی اصول نہیں ہے کیونک وہ خدا سے نہیں ڈرتا۔ اسی ل لئے شیخ سعدیؒ نے فرمایا میں خدا سے ڈرتا ہوں اُسکے بعد اس شخص سے ڈرتا ہوں جو خدا سے نہیں ڈرتا۔ منافق دو سطحوں پر زندگی گزارتا ہے ایک ظاہری سطح پر اور دوسری اندرونی سطح پر۔ ظاہری نظم یہ ہے کہ عمدہ کپڑے، خوبصورت باتیں، انداز گفتگو میں اتار چڑھاؤ، لب ولہجہ، شاہانہ فاخرانہ، حسب ونسب کی حکایات پر مبنی گفتگو۔ چنانچہ یہ ظاہری سطح کے اثرات دوسروں پر رہتے ہیں، اسوقت تک جب تک کہ اس سے کوئی واقعی معاملہ نہ پیش آجائے یا لین دین کی منزل سے نہ گزرے، اور جب اِن مرحلوں سے گزرتا ہے تو اسوقت صورت کی سرداری ختم ہو کر سیرت کی اندرونی سطح باہر نکلی پڑتی ہے یہی اصلی سطح ہے جو خوبصورت ملبوسات کے نیچے تھی۔ اس میں روحانی گندگی کے سوا کچھ نہیں ملیگا۔ ظاہر داری، خود غرضی، ابن الوقتی، موقع پرستی وغیرہ یہ سب وہ چیزیں ہیں جو منافق خوب

صورت جسم کے اندر چھپے رہتے ہیں۔ اسی لے کہا جاتا ہے۔ کہ مذہبی مظاہر اور مذہبی رسومات سے زیادہ انسانی قدریں اہمیت کی حامل ہوتی ہیں

پہلے کچھ دور تک ساتھ چل کے پرکھ
پھر مجھے ہم سفر ہمسفر بولنا

وقت ہی کو جو بدلے وہی انسان ہے عظیم
وقت کے ساتھ بدلنا کوئی کردار نہیں

خوش لباسی بھی عجیب چیز ہے دنیا میں صفی
ایسے ویسے بھی تو آنکھوں میں کھٹک جاتے ہیں
کردار کو کپڑوں میں چھپا رکھا ہے تو نے
کپڑوں کی طرح تو تیرا کردار نہیں ہے

علماء کا کہنا ہے کہ منافق اس انسان کا نام ہے جو مصلحت پرست اور زمانہ ساز ہو۔ اسی وجہ سے اسکی دنیا درست ، اسکی زندگی خوشحال اور اسکے دنیوی معاملات ساز گار۔ اسکی زندگی غموں سے خالی ہوتی ہے اسکو کبھی اس بات کی فکر نہیں ہوتی کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا ہے اصل کیا ہے نقل کیا ہے ؟ مقصد حیات کیا ہے اور بے سمتی کی زندگی کیا ہے ؟ ان سب باتوں کو منافق بالائے طاق رکھ دیتا ہے اور موقع کی رعایت ، وقت کی نزاکت ، حالات کی سازگاری اور چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی وغیرہ۔ اِن سب وجوہات کی بناء پر اسکو زمانے کی سرداری ملتی ہے۔ حدیث کے مفہوم میں یہ بات آتی ہے کہ ہر قبیلے کے منافق اپنے قبیلے کی سرداری کرینگے۔ حضرت سفیان ثوری رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنے رشتہ داروں میں وہی آدمی محمود (پسندیدہ) ہوتا ہے، جو مداہن ہوتا ہے۔ مداہنت کے ایک معنی یہ ہیں کہ اس

چیز کے خلاف بولنا جو دل میں ہے۔ یعنی نفاق۔ اسکے علاوہ مداہنت کے معنی جھوٹ بولنا، خوشامد کرنے کے بھی آتے ہیں۔ بہر حال ہر خاندان میں وہی شخص مقبول اور پسندیدہ ہوتا ہے جو تنقید یا تبصرے یا اصلاحی کام کو انجام نہیں دیتا یا یوں کہئے کہ جو حق رشتے دار کو ادا نہیں کر سکتا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ آدمی کی نظر میں دنیا کی اہمیت اور دنیا داروں کی اہمیت ہوتی ہے آخرت کا یقین اور ایمان کی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ حقیقی مومن، آدمیوں میں سب سے زیادہ مبغوض ہوتا ہے کیونکہ وہ اصلاح کی طرف مائل رہتا ہے حق گوئی کا عادی ہوتا ہے اسطرح وہ خدا کی خوشنودی پر نظر رکھتا ہے خواہ اس سے دنیا والے ناراض ہو جائیں۔ ایسے لوگوں پر منافق ہنسا کرتے ہیں اور انکو ناعاقبت اندیش کہتے ہیں۔

ہم ایسے اہل جنوں پر ہنسے نہ کیوں دُنیاء
کہ سر کٹا کے سمجھتے ہیں کامران ہوئے

اسکے بر عکس منافق اس بات کا قائل ہوتا ہے کہ ہر وقت عقل کی راہنمائی میں کام کرے اور جس ہاتھ کو موڑ نہیں سکتے اس ہاتھ کو چوم لینے کا قائل رہتا ہے۔ منافق مفاد پرستی کو اصول پسندی پر ترجیح دیتا ہے۔ منافق اسلام پر عمل اپنی ذاتی مصلحتوں کی رعایت کرتے ہوئے کرتا ہے۔ منافق، شخصیت کو دلیل پر ترجیح دیتا ہے۔ عصر حاضر کے مسلمانوں میں جو دورنگی، چورنگی رچ بس گئی ہے وہ اصلاح نفس کے نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ آخرت کے یقین کا برائے نام ہونے کا نتیجہ ہے۔ دنیا رخی زندگی کا نتیجہ ہے۔ غیر اسلامی ماحول کے اثرات کا نتیجہ ہے۔ مغربی تہذیب کا نتیجہ ہے۔ دین بیزاری اور دین دوری کا نتیجہ ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف و جملہ معاونین و اہل و عیال کو اجر کثیر سے نوازے اور اس کتاب کو ان کی میزان میں حسنات کا ذخیرہ بنادے اور اس کا نفع عام فرمادے۔
نوٹ۔ بھٹکے ذہن اور بہکے قلم سے دوری چاہتے ہوئے راقم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ وہ راقم کی علمی خدمت کو قبول فرمائے۔ ناظرین بھی راقم الحروف کیلئے دعا فرمائیں :

ترتیب اور نتیجہ فکر
الحاج قاری محمد ارشاد علی ، مولوی عالم نظامیہ
بی کام عثمانیہ ،ڈی۔ یف۔ ی۔ ناگپور کالج
مولف کتاب اصلاحی تحفہ خادم تدریس القرآن

باہتمام
صاحبزادہ محمد طاہر علی